محمد اسلم

عہدِ نبویؐ کا نظامِ تعلیم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زبردست مصلح اور داعی الی الحق، ایک ہمہ گیر تحریک کے قائدِ عظیم، ایک فقید المثال ماہرِ جنگ اور سپہ سالار، ایک عظیم المرتبت مدبّر اور فرماں روا ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑی سلطنت کے بانی بھی تھے، ایسی سلطنت جو آپ کی زندگی میں ۱۰ لاکھ مربع میل علاقہ پر محیط تھی۔ اور آپ کے وصال کے بعد ۲۰ سال کے مختصر عرصے میں اس کی سرحدات اندلس سے لیکر دریائے سندھ اور ماوراء النہر سے لیکر نیل تک پھیل گئیں۔ آپؐ نے زندگی کے ہر شعبے میں آنے والی انسانی نسلوں کے لیے ہدایت فرما دی۔ گھر میں داخل ہونے کے آداب سے لیکر حکومت چلانے اور بین الاقوامی مسائل سلجھانے تک ہر ایک امر میں رہنمائی فرمائی۔ یہ ہدایت اور رہنمائی ابدی ہے۔ اور آپ کی زندگی تمام انسانوں کے لیے اور ہر زمانے میں بہترین نمونہ ہے۔ یہ صرف خوش اعتقادی ہی نہیں، بلکہ سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ کرنے والا ہر فردِ بشر یہی رائے قائم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے وقت یہ سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ معلوم کرنا چاہیے کہ نبی اکرمؐ نے تعلیم کے میدان میں کیا رہنمائی فرمائی ہے؟ رسول اللہؐ نے کس طرز کا نظامِ تعلیم اُمت اور انسانیت کے لیے پیش کیا ہے؟ اور آج پاکستانی قوم جس ذہنی خلفشار اور تعلیمی بُحران کا شکار ہے سیرتِ مقدسہ اس کا کیا حل پیش کرتی ہے؟ یہ مضمون انہی سوالات کا جواب ہے۔

تعلیم کا مفہوم لفظِ تعلیم جس معنوی وسعت کا حامل ہے، اس کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ اس کا مفہوم متعیّن کر دیا جائے۔ قرآن وحدیث میں کہیں تو تعلیم سے مراد اسلام اور قبولِ اسلام ہے۔ کہیں اس کا مطلب علم القرآن اور حقیقتِ امری ہے۔ اور بعض جگہ حکومت، اقتدار، اور علوم الدنیا: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا (نمل: ۱۵)۔ اس مضمون میں تعلیم سے مراد ہے علمِ قرآن، دیگر علوم بلکہ پورا نظامِ تعلیم جو عہدِ نبویؐ میں قائم ہوا۔

تعلیماتِ عہدِ نبوی کی اساس | عہدِ رسالت میں تعلیمات کی بنیاد "الکتاب" پر رکھی گئی۔ اسی الکتاب نے جزیرۃ العرب میں اور بعد ازاں پورے عالم میں ایک زبردست فکری انقلاب کی نیو رکھ دی، جس کے اثرات مشرق و مغرب میں اور ہر زمانے میں محسوس کیے گئے۔ عہدِ رسالت کا نظامِ تعلیم لازمی طور پر قرآن مجید و فرقانِ حمید کے ہی تابع تھا: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل: ۳۶) کا اعلان کر کے جہاں اوہام پرستی کی جڑ کاٹ کر علم کی پیروی کا حکم دیا گیا وہاں ظن و تخمین اور لاطائل قیاسات پر مبنی علوم کو بھی باطل قرار دے دیا گیا (تفہیم القرآن، مودودی، جلد دوم)۔ معلوم رہے کہ اس ضمن میں پالیسی یہ تھی کہ مسلمان صرف وحی اور قرآن کی طرف ہی متوجہ رہیں تاکہ نزولِ وحی مسلمانوں کی سوچ، فکر، کردار اور شخصیت کو خاص سانچے میں ڈھال دے۔ اِس پالیسی پر مکّہ کے ۱۳ سالہ قیام کے دوران اور ہجرتِ مدینہ کے بعد ابتدائی چند سالوں تک عمل ہوتا رہا۔ بلکہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں توراۃ کے چند اوراق دیکھے تو بہت غصّے ہوئے (قطب شہید: جادہ و منزل)۔ بعد ازاں بھی پورا تعلیمی نظام "قرآن اور علم الیقین" کے ماتحت رہا۔ مگر دیگر علوم اور زبانیں سیکھنے کی بھی عام اجازت دے دی گئی۔ کیونکہ قرآن کا برپا کردہ فکری اور اخلاقی انقلاب، ہجرت کے بعد بتدریج غالب آرہا تھا۔ اسلامی آداب، تہذیب اور اقدار تیزی سے تکمیل کے مدارج طے کر رہی تھیں، اور اب احتمال نہ تھا کہ غیر قرآنی لٹریچر مسلمانوں کے دلوں میں کسی قسم کا شک و شبہ پیدا کر سکے گا۔ لہٰذا دربارِ رسالت سے عبرانی، دیگر علوم وغیرہ سیکھنے کا حکم صادر ہوا ——— تاہم قرآن میں بار بار اس بات کی یقین دہانی کرائی جاتی رہی کہ مسلمان کا اصل مشن اور بڑا مقصدِ حیات وہی ہے جو قرآن نے متعین کر دیا ہے: اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (الرحمٰن: ۱،۲) اور لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (سورہ براء: ۱۲۲)۔ رسولِ خداؐ نے قرآنی آیات سکھانے کو حقِ مہر قرار دیا (مسلم۔ بخاری۔ سُنن)، یعنی قرآن کی حیثیت بطورِ محورِ نظامِ تعلیم کسی طرح متاثر نہیں ہوئی۔

نظامِ تعلیم کا قیام | تحریکِ اسلامی مختلف مراحل سے گزر کر چونکہ تکمیل کے درجے کو پہنچی۔ پہلا دور مظلومیت و بے بسی کا دَور تھا (مکّی زندگی)، دوسرا: مسلح تصادم اور آلام کا زمانہ تھا (ہجرت سے جنگِ خندق تک)، اور تیسرا مواعیدِ خداوندی کے پورا ہونے اور انعام و اکرام کا عہد تھا (خندق سے وصالِ نبی اکرمؐ تک)، ——— زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ رسول اللہؐ نے تعلیمی پالیسی میں ترمیم و اصلاح جاری رکھی۔ چنانچہ آخر عہدِ رسالت میں، میرا خیال ہے، ایک مکمل نظامِ تعلیم معرضِ وجود میں آچکا تھا۔ جس کا موازنہ

کسی بھی ترقی یافتہ ریاست کے نظامِ تعلیم سے آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ نصابِ تعلیم معیّن تھا، یہ نصاب لچک دار بھی تھا یعنی ترقی اور اصلاح کی گنجائش موجود تھی ——— اور بقول ڈاکٹر حمید اللہ یک فنی ذوق (SPECIALIZ ATION) بھی خاصی ترقی کر گیا تھا (رسول اللہ کا نظامِ حکمرانی)۔

تعلیم عہدِ جاہلیت میں | رسولِ خداؐ کی تعلیمات کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے جبکہ ظہورِ قدسی سے پہلے عربوں کی علمی اور تعلیمی حالت کا نقشہ ہمارے سامنے ہو گا۔

عربی زبان | عربی زبان غالباً دنیا کی سب سے زیادہ قدیم زبان ہے جو آج بھی زندہ اور ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں شامل ہے۔ اس کے وجود کا پتہ اس زمانے میں بھی ملتا ہے جب ابراہیمؑ نے مکہ مکرمہ کو اپنے تبلیغی مرکز کے طور پر منتخب کیا۔ اسماعیلؑ نے اپنے سسرال بنو جرہم سے عربی زبان سیکھی (طبقات ابن ہشام)۔ ظاہر ہے کہ وہ عربی زبان قرآن کی عربی سے مختلف ہوگی۔ اور بتدریج ترقی کی منزلیں طے کر کے اس درجے کو پہنچی ہوگی۔ مگر عین ظہورِ اسلام سے پہلے عربی کا حیرت انگیز ارتقاء مورخین اور ماہرینِ لسانیات کے لیے ایک معمہ ہے۔ خصوصاً وہ قوم جو تمدنی طور پر انتہائی پست تھی۔ یہ بات اور بھی حیرت کا موجب ہوگی کہ مستند عربی آج بھی جاہلیت کی عربی مانی جاتی ہے۔ حالاں کہ کسی اور زبان کے دو مصنفوں کے درمیان اگر ہزار ڈیڑھ ہزار سال کا فاصلہ حائل ہو جائے تو وہ دو مؤلف ایک دوسرے کی زبان کو سمجھ ہی نہ سکیں گے۔ یہ بات یقیناً اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس زبان کے بولنے والوں میں ادبیات کے بڑے چرچے رہے ہوں گے۔ (حمید اللہ)

عربی کے ارتقاء کے دیگر اسباب | تاہم اس کے علاوہ اور بھی کئی عوامل اس کے ارتقاء کا سبب بنے:

ماضیٔ قریب میں اندرونِ عرب اور عرب کے گرد و نواح میں متمدن اور مہذب اقوام نے عروج حاصل کیا۔ اسماعیلؑ کا باپ اور ماں دونوں قدیم ترین تہذیبی گہواروں سے تعلق رکھتے تھے (بابل اور مصر) اور اسماعیلؑ نے عربوں میں شادی کی۔ اسماعیلؑ کی اولاد ۳ اقوام کا بہت حسین امتزاج تھی۔ اسی طرح حمیریوں نے یمن میں عروج حاصل کیا۔ وہاں سے عربوں نے رسم الخط مستعار لیا (احسان عثمانی: تمدنِ عرب)۔ عربی کی ترقی میں تجارتی میلوں نے سب سے نمایاں حصہ لیا: ایک طرف مقامی بولیوں کے یکجا ہونے سے ترقی یافتہ زبان پیدا ہوتی، تو دوسری طرف ان میلوں میں شعر و شاعری کے چرچے رہے، اور زبان منجھ کر نکھر گئی۔ (حمید اللہ / لی بان) علاوہ ازیں عرب اور بالخصوص رسالت مآبؐ کی جائے پیدائش شہر مکہ چونکہ بین الاقوامی تجارتی شاہراہ پر واقع تھا، بین الاقوامی لسانی ارتباط ہوا، عربوں کے وسیع تجارتی روابط اور مکہ کے عربوں کے

لیے مرکزِ ثقل ہونے نے بھی اس لسانی ارتباط میں یقیناً اہم حصّہ لیا ہوگا ۔مثلاً لفظ طوفان (جو قرآن میں بھی وارد ہوا ہے) چینی زبان سے عربی میں منتقل ہوا ہے (ڈاکٹر عنایت اللہ: لغت القرآن : اسلامی تعلیم)۔ اس ایک مثال سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انتہائی دُور افتادہ ملک چین کے اثرات اگر عربی پر مرتب ہو سکتے ہیں تو حبشہ، مصر، ایران، روم وغیرہ ممالک جن کے ساتھ عربوں کے گہرے تجارتی تعلقات رحلۃ الشتاءُ اور رحلۃ الصیف کے ذریعے قائم تھے کیا وہاں کی زبان و ادب کے اثرات عربی پر مرتب نہ ہوئے ہوں گے؟ عیسائی مشنری سرگرمیاں (بخاری۔ ہیکل: حیات محمد) اور یہودیوں سے عربوں کے روابط نے بھی اہم رول ادا کیا ہوگا۔ یہ بات خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ عرب کی مذہبی، تمدنی، اقتصادی اور ایک لحاظ سے سیاسی زندگی کا محور مکّہ تھا، اسی واسطے وہاں کی زبان بھی زیادہ فصیح اور معیاری بن گئی۔ قرآن ضبط تحریر میں لایا گیا تو قریش کی زبان میں تحریر کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد۔ بخاری۔ مُوطا)

ادبی تحریکات | ہر قوم کی کچھ نمایاں خصوصیات ہوتی ہیں۔ عرب فنونِ لطیفہ اور ادبیات کا فطری ذوق رکھتے ہیں۔ اس ادبی ذوق نے عربی زبان کے ارتقاء میں بھی مدد دی۔ عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس نے ادبی ذوق کی تسکین کے لیے دار القوارير (شیش محل) قائم کی [illegible]، جو عرب کا مشہور شاعر، حکیم اور جج تھا، نے ہفتہ میں ایک دن ادبی مجالس کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ عُکاظ کا میلہ ایک لحاظ سے بین العرب لٹریری کانگریس تھا (حمید اللہ) وہاں کا منتخبہ کلام جسے معلّقات کہتے تھے، ریشمی کپڑے پر سونے کی تاروں سے لکھ کر خانۂ کعبہ پر لٹکایا جاتا (احسان عثمانی: تمدن عرب)۔

رسم الخط | ظہورِ اسلام سے پہلے عربی کا فنِ تحریر معرضِ وجود میں آچکا تھا[1]۔ اور اس کی ابتداء مکّہ میں ہوئی (حمید اللہ / ابن ندیم) کیونکہ مکہ سب سے زیادہ متمدن تھا اور وہاں تعلیم کا خاصا چرچا بھی تھا (سلیمان ندوی)۔

---

[1] رسم الخط کے بارے میں کئی روایات ہیں (۱) بشیر بن عبد الملک نے جو اکیدر والی دومۃ الجندل کا بھائی تھا۔ انبار سے کتابت سیکھی، مکہ میں شادی کی اور حرب بن امیہ اور ابو سفیان نے اس سے کتابت سیکھی (۲) قبیلہ طی (شہر بقہ) نے انبار سے کتابت سیکھ کر جزیرۃ العرب میں پھیلائی (۳) قریش نے کتابت انبار سے سیکھی (۴) عربی رسم الخط ایجاد کرنے والے مُرامرہ بن مُرّہ تھے جس نے حروف کی شکلیں ایجاد کیں۔ اسلم بن سدرہ نے حروف کے وصل کا طریقہ نکالا اور عامر بن جدرہ نے نقطے و حرکات ایجاد کیے، یہ تینوں اشخاص بنی طی کے تھے اور حیرہ میں مقیم تھے (افتخار بلخی: تاریخ افکار علوم اسلامی) مگر سب

عربوں نے یہ خط حُمیری زبان سے مستعار لیا تھا، اُس پر نقطے اور اعراب نہ ہوتے تھے (احسان اللہ/راغب طباخ) قوم حمیر کے دریافت شدہ کتبات کی تحریرات اور عہد نبوی کی تحریرات میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے حُمیری کتابت کا نام "مسند" تھا، اس کے حروف ملے ہوئے نہ ہوتے تھے (راغب الطباخ)۔

مدارس | کہا جاتا ہے کہ عرب بالکل اَن پڑھ اور جاہل تھے[1]۔ حالاں کہ زمانۂ جاہلیت میں وہاں تعلیم و تعلّم اور لکھائی پڑھائی کا خاصا چرچا تھا (سلیمان ندوی) اور مکّہ میں خصوصاً تعلیم کا چرچا زیادہ تھا (بخاری، مسلم)۔ عربوں کے ہاں نہ صرف یہ کہ درس گاہیں تھیں بلکہ مخلوط درس گاہوں کے وجود کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مکہ کے قریب رہنے والے قبیلہ ہذیل کی ضرب المثل فاحشہ عورت ظلمہ جب بچی تھی تو ایک مدرسے میں جاتی تھی وہاں اس کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ دوات میں قلم ڈال اور نکال کر کھیلا کرتی تھی (حمید اللہ)

پرائمری مدارس اور بڑی درس گاہیں | عربوں کی درس گاہوں میں درجہ بندی بھی تھی۔ عربی میں ربّانی (یہ لفظ قرآن میں بھی وارد ہوا ہے) اُس عالم کو کہتے جو بڑی باتیں سکھانے سے پہلے چھوٹی باتوں کی تعلیم دے اور حبرؔ بڑے عالم کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ عموماً یہودی علماء کے لیے بولا جاتا تھا (امام بخاری)۔ لہٰذا یہ اندازہ لگانا چنداں دشوار نہیں کہ ابتدائی تعلیم کے لیے علیحدہ مدرسے قائم تھے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے بڑی درسگاہیں ہوں گی۔ یثرب میں یہودیوں کی ایک ایسی دانشگاہ جس کا نام بیت المدارس تھا رسولِ خداؐ کی ہجرت کے وقت بھی موجود تھی اسی دانش گاہ سے رسول اللہ نے مسلمانوں کو عبرانی اور (دیگر علوم) سیکھنے کا حکم دیا تھا (مسلم۔ بخاری)

بعید نہیں کہ یہودیوں کے دوسرے شہروں میں ایسی بڑی درس گاہیں نہیں تو کم از کم تعلیم کا خاطر خواہ بندوبست ہو۔ فدک، خیبر، دومۃ الجندل، وادی القریٰ ۔ وادی القریٰ میں ایسے مدرسے کا سراغ ملتا ہے جہاں کتابت

ص۔ روایات سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انبار سے رسم الخط عربستان میں پھیلا۔ ابتدائے اسلام سے چند دن پہلے عرب میں کتابت کا آغاز ہوا (راغب الطباخ)، یہ روایت بھی ہے کہ عربی کے حروفِ تہجّی عبرانی سے مستعار لیے گئے۔

[1] رسول اللہ کو رسولِ اُمّی کہا گیا (الجمعہ) خود رسول اکرمؐ نے ایک مرتبہ فرمایا "ہم اَن پڑھ قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور حساب کتاب نہیں جانتے (مسلم، بخاری)۔ شاید یہ اس وجہ سے فرمایا کہ عربوں کی شہرت اقطاعِ عالم میں اسی نام سے تھی جس طرح عرب رومیوں کو بنی اصفر کہتے تھے (طبقات۔ ابن ہشام) اور اہل ایران کو عجمی کہتے حالاں کہ وہ گونگے ہرگز نہ تھے۔ قرآن نے عربوں کو اُمّی قرار دیا۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ ۔ الخ)۔ یہاں اُمّی کے معنی صرف اَن پڑھ ہو سکتے ہیں۔

سکھائی جاتی تھی" (افتخار ملجی)

تحریرات | زمانۂ جاہلیت میں کئی تحریروں کا سراغ ملتا ہے۔ ورقہ بن نوفل نے اسی عہد میں توریت اور انجیل مقدس کو عربی میں منتقل کیا (حمید اللہ)

یہودی عالم اور شاعر سموال بن عادیا اور دیگر نصرانی اور یہودی شعراء کے دیوان زمانۂ جاہلیت میں ضبطِ تحریر میں آچکے تھے (حمید اللہ)۔ عمرؓ اسلام لائے تو انہیں اپنی بہن کے گھر سے لکھی ہوئی آیات ملیں۔ عکاظ کے معلقات خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے۔ مسلمانوں کے معاشرتی مقاطعہ کا معاہدہ لکھ کر حرمِ مقدس میں ٹکایا گیا۔ رسالتمآبؐ نے دوسری ہجرتِ حبشہ کے وقت ایک تحریری خط شاہِ نجاشی کو روانہ کیا۔ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جب پھنس گیا تو اس نے کفارِ مکہ کے پاس تحریری اطلاع بھجوائی۔ جاہلیت میں مکہ کی شہری ریاست کا علیحدہ محکمۂ خط و کتابت تھا۔ (ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد)۔

حساب کتاب | عرب حساب کتاب سے بھی ناواقف نہیں تھے۔ انہیں قمری و شمسی سالوں کے دنوں میں فرق کا علم تھا۔ چنانچہ ہر تیسرے سال قمری سن میں ایک مہینے کا اضافہ کر کے ۱۳ مہینے کا سال بنا دیا جاتا، اس کا باقاعدہ اعلان حج کے موقع پر ہوتا۔ یہ رسم کبیسہ کہلاتی (ابوالکلام آزاد: رسول احمد/ حمید اللہ۔ سلیمان ندوی) کبیسہ کا لفظ غالباً رومن لفظ کلینڈر کا معرب ہے۔ (حمید اللہ)۔

تعلیم یافتہ افراد | مکہ اور طائف میں لکھنے پڑھنے کا رواج زیادہ تھا۔ برعکس اس کے یثرب کے عرب باشندے تعلیم اور کتابت سے بے بہرہ تھے۔ غالباً کاشتکاری میں مشغولیات کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے لیے وقت نہ نکال سکتے ہوں۔ ذیل میں چند ایک نام تعلیم یافتہ افراد کے دیئے گئے ہیں۔ اس فہرست میں بیسیوں اور ناموں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے:۔

علیؓ۔ عثمانؓ۔ ابوعبیدہؓ۔ طلحہؓ۔ یزید بن ابوسفیانؓ۔ ابوحذیفہؓ بن عتبہ۔ حاطب بن عمر۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد آبان بن سعید۔ خالد بن سعید۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابوسفیان بن حرب۔ امیر معاویہ (سلیمان ندوی)۔ اُبَی بن کعب۔ عبداللہ بن عمر۔ ابوہریرہ (مسلم۔ بخاری۔ موطا)۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ امیہ بن خلف (طبقات) منصور بن عکرمہ العبدری (مقاطعہ کا معاہدہ تحریر کرنے والا)۔ عبداللہ بن عتیک (قاتل ابورافع یہودی۔ عبرانی جانتے تھے/ طبقات)۔ عبداللہ بن زبیر۔ سعید بن عاص۔ عبدالرحمان بن حارث بن ہشام (بخاری) عاص بن وائل (احسان اللہ عثمانی) سہیل بن عروہ (کاتب صلحنامہ حدیبیہ) طفیل دوسی ــــ بشیر بن عبدالملک۔

حرب بن امیّہ (افتخار/مجی/کلبی) - مُرامر بن مُرّہ - اسلم بن سِدرۃ - عامر بن جدرۃ (افتخار/ندیم) ابوقیس بن عبدمناف - غیلان بن سَلَمہ ثقفی - عمرو بن زُرارہ بن عدس (جو عمر الکاتب کے نام سے مشہور تھا) - (افتخار/مجی/ راغب الطباخ، اصمعی، ابن ندیم وغیرہ۔

پڑھی لکھی خواتین | تعلیم صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھی۔ تاریخ نے کئی تعلیم یافتہ خواتین کے نام بھی محفوظ رکھے ہیں۔ فاطمہ بنت مرہ قبیلہ خثعم (طبقات)۔ اُمّ المؤمنین حفصہؓ اور ام المومنین ام سلمہؓ (وہ صرف پڑھ سکتی تھیں)۔ اُمِ کلثوم بنت عقبہ۔ کریمہ بنت مقداد۔ عائشہ بنت سعد (سلیمان ندوی، کتاب العمدہ) وغیرہ۔

غلاموں میں تعلیم | زمانۂ جاہلیت میں غلاموں میں بھی تعلیم کا ذکر ملتا ہے (واضح رہے عرب جاہلیت میں غلام بدترین مخلوق سمجھا جاتا تھا) عنترہ بن شدّاد مشہور شاعر (جو ایک کنیز کے بطن سے تھا)۔ (احسان عثمانی)۔ عامر بن فہیرہ (جس نے بوقتِ ہجرتِ مدینہ رسول خداؐ کی طرف سے سراقہ کو امان نامہ لکھ کر دیا) (بخاری)۔ مشہور شاعر طَرَفہ کے واقعۂ قتل کے سلسلے میں بھی ایک ایسے غلام کا ذکر ملتا ہے جو پڑھنا اور لکھنا جانتا تھا (احسان اللہ عثمانی)

رسول خداؐ کا برپا کردہ تعلیمی انقلاب

مکی زندگی | رسولِ آخر الزمان، ہادی برحق محمد مصطفےٰ کا ظہور ایک ایسے زمانے میں ہوا جب انسان عہدِ عتیق کا تھکا دینے والا سفر طے کرتے کرتے عہدِ جدید کے ساحل پر آن پہنچا تھا۔ وقت انگڑائی لے کر بیدار ہو رہا تھا۔ بین الاقوامی دَور کا آغاز ہونے والا تھا، ذہنِ انسانی نئی دنیا کی تسخیر کے لیے پَر تول رہا تھا۔ تہذیبِ انسانی کا کارواں نقطۂ اتصال پر پہنچ گیا تھا جہاں دو زمانوں کی سرحدات جُدا ہو رہی تھیں ۔۔۔ مختصر یہ کہ آپؐ کی نبوت عہدِ جدید کے آغاز اور عہدِ قدیم کے اختتام کا اعلان تھا۔ ظہورِ قدسی نئے دَور کا پیغام تھا۔ آپ کے پیغام کی ابدیّت اور ہمہ گیریت کے پیشِ نظر اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ... الخ لفظ "پڑھنے" سے کیا گیا۔ کیونکہ عہدِ جدید (MODERN AGE) میں تعلیم و تدریس کو جو اہمیّت حاصل ہونے والی تھی، اس کے پیشِ نظر ضروری تھا کہ ختم المرسلین، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی وحی اور رسالت کا آغاز اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ اور عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ... الخ سے کیا جائے۔ اس پیغامِ خداوندی میں غالباً یہ راز بھی پوشیدہ تھا کہ اسلام کی کامیابی فتح مندی، اور فروغ کا انحصار لکھنے، پڑھنے تعلیم و تدریس، تحقیق و جستجو، انکشافات و اکتشافات میں مضمر ہے۔

آنحضرتؐ نے اس کی تشریح یوں فرمائی، خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم تخلیق فرمایا (ترمذی۔ ابن حنبلؒ)
چنانچہ رسولِ مقبولؐ جن پر منشائے الٰہی کے رموز اور دعوتِ اسلامی کے راز بالکل عیاں تھے۔ قلم کی اہمیت اور افادیت سے کسی لمحہ بھی غافل نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ اپنی زندگی کے انتہائی خطرناک اور پُر آشوب سفر یعنی ہجرتِ مدینہ کے وقت بھی قلم آپؐ کے جزدان میں موجود تھا۔

مدینہ میں جلوہ افروز ہونے کے بعد تحریکِ اسلامی ایک نئے موڑ میں داخل ہوئی۔ مکہ میں اسلام مغلوب تھا، چند بے سہارا، کمزور، مفلوک الحال اور منتشر افراد کا گروہ جو کفار کے مظالم سے خوف زدہ، پریشان حال اور غریب الدیار تھا، مدینہ پہنچ کر رسولِ خداؐ نے اقتدار فوراً اپنے ہاتھ میں لے کر اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی، مسلمانوں کو ایک وحدت، ایک مرکز کے تابع کر کے منظم و متحد کر دیا۔ دنیا کا عظیم ترین انسان اور مدبر صلی اللہ علیہ وسلم اس راز سے یقیناً بے خبر نہ تھا کہ کوئی بھی انقلاب تعلیمی اور ذہنی تغیر برپا کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی قوم علمی میدان میں حیرت انگیز فتح مندیاں حاصل کیے بغیر پائیداری اور استحکام حاصل نہیں کر سکتی اور کوئی بھی حکومت ایک فعال اور جاندار نظامِ تعلیم استوار کیے بغیر عظمت و رفعت کی منزل کو نہیں پا سکتی۔ اس واسطے رسالتمآبؐ نے تعلیمی انقلاب برپا کرنے کا منصوبہ غالباً بہت پہلے سے بنا لیا تھا۔ مدینہ میں داخل ہونے کے بعد فوراً اس پر عمل شروع کر دیا گیا۔ بلکہ یہ کہنا تاریخی طور پر زیادہ صحیح ہوگا کہ عمل درآمد کا آغاز مدینہ پہنچنے سے بھی پہلے کر دیا گیا۔ بیعتِ عقبہ کے بعد آپؐ نے قبائل یثرب کے ہمراہ اپنے نائب کی حیثیت سے مصعب بن عمیرؓ کو روانہ کیا۔ اور عبداللہ بن ام کلثومؓ کو بطور افسر تعلیمات (قرآن) (ابن خلدون: تاریخ) بھیجا۔ یہ اس عظیم الشان کام کا سرِ آغاز تھا جو آپؐ تعلیمات کے میدان میں انجام دینا چاہتے تھے۔ تعلیم کو اس کی اہمیت کے پیشِ نظر روزِ اوّل ہی سے امارت و حکومت سے علیحدہ کر کے مستقل شعبہ قرار دے دیا۔ آپؐ جب مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہوئے تو اس وقت بھی گورنر کے علاوہ افسر تعلیمات معاذ بن جبل انصاریؓ کو تعینات کیا (طبقات۔ ابن ہشام۔ طبری)۔ مدینہ اور یمن میں بھی اسی طرح کے انتظامات کیے گئے (حمیداللہ۔ حنیفہ)۔

مدنی زندگی | تعلیمی انقلاب (EDUCATIONAL REVOLUTION) کی سمت پہلا انقلابی قدم جنگِ بدر کے بعد اٹھایا گیا۔ کفار کو بدر میں شکست ہوئی۔ اور ان کے ستر کے لگ بھگ آدمی گرفتار ہوئے۔ کفار کے کچھ قیدی تو فدیہ لے کر، چھوڑ دیئے گئے۔ نادار قیدیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ دس دس انصاری بچوں کو لکھنا

پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہائی مل جائے گی۔ لکھائی سکھانا ہی ان کا زرِ فدیہ ہوگا۔ (طبقات۔ ابنِ ہشام۔ طبری)۔
حالانکہ اس وقت آپ اگر مدینہ کے اقتصادی حالات کو نگاہ میں رکھ کر سوچیں تو معلوم ہوگا اور رسول اللہ کے اس اقدام کی اہمیت کا احساس ہوگا۔ صورتِ حال یہ تھی کہ مدینہ پر مہاجرین کی آمد کے سبب آبادی کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔ وسائلِ دولت تجارتی شاہراہ بند ہو جانے کی وجہ سے مسلسل سکڑ رہے تھے۔ جنگی بوجھ اس کے علاوہ تھا۔ حالت یہ تھی کہ بقول حضرت سعد بن ابی وقاص (بخاری ابن ہشام) کیکر کی پھلیاں کھا کھا کر ہمارے منہ چھل جاتے۔ اور ابوہریرہؓ کے بیان کے مطابق (مسلم، بخاری) مسلسل فاقوں کی وجہ سے میں غش کھا کر گر پڑتا اور لوگ سمجھتے کہ مجھے مرگی لاحق ہو گئی ہے۔ اس مفلوک الحال اور اقتصادی طور پر تباہ قوم کو، غور فرمائیے دولت کی کس قدر ضرورت تھی۔ رسول اللہ پسند فرماتے تو ان نادار قریش قیدیوں سے بھی زرِ فدیہ آسانی سے حاصل کر سکتے تھے۔ وہ قوم جو لاکھوں روپے کا مشترک منافع کا چندہ فراہم کر سکتی ہے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے کیا دولت فراہم نہ کر سکتی تھی؟ اور جو لوگ قبائلی نظام سے قریبی طور پر واقف ہیں وہ یقیناً اس بات سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ ایک قبیلہ اپنے قبیلے کے قیدی کو چھڑوانے کے لیے کیا بڑی سے بڑی رقم دینے کے لیے تیار نہیں ہو جاتا ہے یعنی تمام قیدیوں سے زرِ فدیہ آسانی سے حاصل کیا جا سکتا تھا مگر نبیِ اکرم نے سیم و زر کے مقابلے میں چند حروف کی تعلیم کو ترجیح دی۔ بھوکے ننگے مسلمانوں اور اقتصادی طور پر خستہ حال نوزائیدہ اسلامی مملکت کے لیے چند سکّے وصول کرنے کے بجائے مسلمانوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنا انتہائی ضروری اور مقدم خیال کیا ۔۔۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تھا۔

ذرا مذکورہ بالا روایت پر ایک بار پھر نگاہ ڈالیے۔ شرطِ فدیہ یہ تھی کہ انصار کے بچوں کو تعلیم دیں انصار تعلیم اور لکھائی پڑھائی میں پسماندہ تھے۔ مہاجرین قریش ترقی یافتہ تھے۔ رسولِ مقبول تعلیمی میدان میں دونوں گروہوں کو ایک سطح پر لانا ضروری خیال فرماتے تھے اور یہ بات ضروری بھی تھی۔ یہاں ایک اور قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم کا انتظام فرمایا تاکہ آگے چل کر یہ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ اس عظیم الشان سلطنت کا کام خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔ دنیا نے دیکھا کہ نوعمر نوجوان صحابیوں کے طبقے نے جس کی تعلیم و تربیت کا انتظام خود رسول اللہ نے فرمایا، کس خوش اسلوبی کے ساتھ سلطنت کا کام سنبھالا کہ آنے والوں کے لیے ایک نمونہ چھوڑ گئے۔

آپ ذرا اپنی حالت پر بھی غور فرمائیے کہ قیامِ پاکستان کے بعد کوٹھیاں بنوانے، کارخانے لگوانے رُوٹ پرمٹ لینے اور کاریں خریدنے کے لیے ہم نے کیا کچھ نہ کیا مگر تعلیم کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ نتائج آپ کے سامنے ہیں، ملک دو ٹکڑے ہو چکا ہے۔ یہ خطّہ آج بھی حوادث اور طغیانیوں کی عین زد میں ہے۔ سقوطِ ڈھاکہ کے اسباب و علل کا تجزیہ تو آنے والا مورّخ ہی کرے گا جبکہ پُورے کوائف اور واقعات بے نقاب اور تاریخ کا عمل پُورا ہو چکا ہو گا، مگر مجھ ایسے شخص کے نزدیک، جو تعلیم و تدریس کے پیشہ سے وابستہ ہے ہماری تباہی کی ایک ہی بڑی وجہ ہے اور وہ ہے تعلیم سے مجرمانہ غفلت۔ پاکستان دنیا کا وہ واحد بدنصیب ملک ہے جہاں خواندگی کا گراف ( ) ہوا، اس کے نتیجہ میں ڈھاکہ ( ) نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہماری غفلت کا عہد ابھی ختم نہیں ہوا۔ ہماری سیاہ بختیوں کی رات ڈھلنے میں ابھی شاید بہت دیر لگے۔ خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا۔

مقصد یہ تھا کہ بتایا جا سکے کہ نبی اکرمؐ کے طویل المیعاد اور مہتم بالشان تعلیمی اصلاحات کے منصوبے کا آغاز کتنے نپے تلے انداز اور صحیح سمت میں ہوا۔ رسول اللہ کو جس قدر وسائل میسّر آسکے انہیں زیادہ سے زیادہ مقصد براری کے لیے استعمال فرمایا۔

افسرِ تعلیمات | رسول اللہ نے اپنے عہد میں سعید بن العاص کو مدینہ کا انسپکٹر جنرل تعلیمات مقرر کیا۔ جن کے سپرد لکھنے پڑھنے کا کام تھا (حمید اللہ) جیسا کہ ہم دیکھیں گے ان کی ذمہ داریوں میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا۔ قرآن کی تعلیم و تدریس بنیادی مقصد تھا۔ اس کے بغیر اسلامی ریاست کا وجود بے معنی تھا۔ اس لیے اس کا انتظام چلانے کے لیے ایک علیحدہ افسرِ تعلیم عبادہؓ بن صامت کو مقرر کیا گیا (حمید اللہ)۔ یہ انتظامات تا حیاتِ نبیؐ قائم رہے۔ مدینہ میں کل ۹ مساجد تھیں، ان سب میں تعلیم و تدریس کا شغل جاری رہتا تھا، رسول اللہ وقتاً فوقتاً وہاں تشریف لے جاتے اور اکثر اوقات درس میں شرکت فرماتے (بخاری)۔ مسجد نبوی اور صُفّہ، مسجد نبوی کو یُوں سمجھ لیجیے کہ اعلیٰ تعلیمی درسگاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ مدینہ جو مختلف بستیوں کا مجموعہ تھا ہر بستی کے لوگ اپنی اپنی درس گاہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے اور بعض امور کے لیے مسجد نبوی میں بھی آتے۔ حضرت عمرؓ اور ان کے انصاری پڑوسی نے اس غرض کے لیے مسجدِ نبوی کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ آتے اور دوسرے روز ان کا انصاری پڑوسی آتا (بخاری، مسلم)

تعلیم و تعلّم کا یہ سلسلہ مدینہ کی ہنگامہ خیز زندگی میں برابر جاری رہا۔

حصولِ تعلیم کی اہمیت قرآن و حدیث میں | حصولِ تعلیم کے لیے قرآن اور رسول اللہ نے بھی مسلمانوں کو بار بار اُبھارا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۹) اور وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (بنی اسرائیل: ۳۶)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصولِ تعلیم پر آمادہ کرنے والے اتنے ارشادات کتبِ احادیث میں موجود ہیں کہ انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فروغِ تعلیم کے لیے کتنے حریص تھے۔ فرمانِ نبویؐ ہے انبیاء کے وارث علماء ہیں۔ علم حاصل کرنے میں حسد کرنا جائز ہے۔ شیطان پر ایک ہزار عابد کے بجائے ایک عالم بھاری ہے۔ مجھے جوامع الکلم عطا کیا گیا ہے۔ میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں (بخاری و مسلم۔ ترمذی۔ مؤطا اور سیوطی)۔ نماز کی امامت وہ کرے جو زیادہ علمِ قرآن رکھتا ہو۔ تعلیمِ نسواں اور لونڈی غلاموں کی تعلیم سے بھی غفلت نہیں کی گئی۔ ان کو تعلیم دینے کی تاکید فرمائی (بخاری۔ مؤطا۔ مسلم۔ ابن ہشام)۔ ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص کچھ علم حاصل کرنے کے لیے آیا۔ آپ منبر سے اُترے اُسے علم سکھایا اور دوبارہ خطبہ شروع کیا (مسلم)

جنگِ حنین میں اصحاب سورہ بقرہ کہہ کر منتشر لشکرِ اسلام کو پکارا۔ قرآن کی آیات سکھانے کو حقِ مہر قرار دیا۔ اُحد کے شہداء کی تدفین کے لیے دو کے لیے ایک قبر تیار کی گئی۔ رسول اللہ نے فرمایا جو زیادہ قرآن جانتا ہو اس کو پہلے قبر میں اُتارا جائے۔ یہ تعلیم یافتہ صحابہ کے لیے خاص اعزاز تھا (ابن ہشام، طبری۔ بخاری)۔

اِس بات کا اندازہ کرنا دشوار نہیں کہ رسول اللہ کے ان اقوال و معمولات نے مسلمانوں میں علم سیکھنے کا کتنا ذوق پیدا کر دیا ہوگا۔ رسولِ خدا نے ذوق اور شوق کی تسکین کے لیے سامان اور وسائل بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور اس کے نتائج جلد ہی سامنے آگئے۔ نتائج کا اندازہ کاتبانِ رسول کی تعداد سے لگایا جا سکتا ہے جن میں ۲۵۔ ۳۰ کے قریب نام تو کتبِ تاریخ و سیَر میں محفوظ ہیں مگر اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ دراصل کتابتِ وحی ایسا اعزاز تھا جسے حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں میں ہر شخص متمنی تھا۔ اِسی ذوق نے فروغِ تعلیم کے لیے نہ معلوم کتنا اہم رول ادا کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت کا محکمۂ کتابتِ وحی اور محکمۂ خارجہ اور محکمۂ تبلیغِ دین الگ الگ شعبے تھے۔

ہر کاتب کاتبِ وحی نہ تھا بلکہ کاتبوں کی خدمات دیگر امور کے لیے استعمال میں لائی جاتیں (حمید اللہ)۔ اور غالباً زید بن حارث محکمۂ کتابت کے چیف سکرٹری تھے۔ رسول اللہ نے خود بھی تحریر کی حوصلہ افزائی فرمائی مثلاً ایک صحابی جسے احادیث یاد نہ رہتی تھیں حکم دیا کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لے (ترمذی)۔ اردو معلےٰ طرزِ خط وکتابت کا آغاز فرمایا (احسان عثمانی)

قرض لین دین لکھنے کا حکم | قرآنِ پاک نے قرض لین دین کو لازمی لکھ لینے کا حکم فرمایا: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُم بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ۔ اور رسولؐ اللہ نے یہ حکم دیکر کہ اس آدمی کی فریاد نہیں سُنی جائے گی جو قرض دے کر لکھے گا نہیں (بحوالہ مودودی، تفہیم القرآن جلد دوم)۔ میعادی معاملات کو لکھنے کی تاکید کر دی۔ اس حکمِ خداوندی کا منشا یہ بھی تھا کہ اس لین دین کو جو قرض نہ ہو لکھ لینا بہتر ہے۔ خود رسولؐ نے مال خریدنے اور بیچنے پر رسید فروختگی یا خریداری دی اور لی ہے (حدیث بخاری خالد بن علاء)۔ اس وقت لکھنے پڑھنے کا رواج اتنی ترقی کر چکا تھا کہ اس حکم کے نفاذ میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ یہ درست ہے کہ اس وقت پیشہ ور منشیوں کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ (حمید اللہ)

مبلّغین کو غیر ملکی زبانیں سیکھنے کا حکم | نبی آخر الزمان صرف مسلمانوں کی ہدایت کے لیے نہ تھے بلکہ آپ کا پیغام تمام انسانوں اور تمام زب[illegible]ے لیے تھا۔ قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً، (اعراف: ۱۵۸)۔ اور قولِ رسول اللہ ہے [illegible]ثتُ اِلَی النَّاسِ جمیعًاہ (آزاد، رسولؐ ۲)۔ چنانچہ رسول اللہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا پیغام تمام رُوئے ارض کے انسانوں تک پہنچانے کا خود بندوبست کیا۔ اس غرض کے لیے حکمرانانِ عالم کو تبلیغی خطوط روانہ کیے۔ جن کی تعداد ۵ا کے قریب بتائی جاتی ہے (آزاد: رسول ۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے خطوط کی تعداد بہت زیادہ تھی (عہدِ رسول حیاتؐ)۔ اس کے علاوہ آپؐ نے تعلیمی وفود بھی غیر ممالک میں روانہ فرمائے اور روانگی سے پیشتر انہیں متعلقہ ممالک کی زبانیں سیکھنے کا بھی حکم دیا۔ زید بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم ملا تھا (بخاری)۔ مسلمانوں نے چند روز کے اندر غیر ملکی زبانیں سیکھ لیں اور جب یہ مبلّغین غیر ممالک میں گئے اور وہاں کی زبانیں رواں دواں گفتگو کرنے لگے اور اس کی اطلاع رسولؐ اللہ کو پہنچی (آزملت) تو آپ بہت محظوظ ہوئے اور ان مبلّغین کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ (طبقات)

صرف تبلیغِ دین کے لیے ہی نہیں، رسول اللہ کے دفترِ خارجہ کو بھی غیر عربی زبانیں سیکھنے کی ضرورت

پیش آئی ہو گی خصوصاً غزوۂ خندق کے بعد جب مدینہ سے یہودیوں کو نکال دیا گیا۔ قبل ازیں عبرانی میں خط و کتابت کے لیے یہودیوں کی خدمات مستعار لی جاتی تھیں۔ مسلمانوں نے غیر ملکی زبانیں کس طرح سیکھی ہونگی؟ اس کے بارے میں کوئی صحیح معلومات نہیں ملتیں تاہم یہ بات ثابت شدہ ہے کہ یہودیوں سے عبرانی زبان سیکھی گئی۔ صحابہ کبارؓ یہود کے مدارس میں جاتے اور وہاں وہ لوگ عبرانی زبان سے ترجمہ کر کے مسلمانوں کو پڑھایا کرتے (بخاری)۔ شاید یہ بتانا غلط نہ ہو گا کہ مسلمانوں نے یہودیوں سے عبرانی زبان سیکھنے کے علاوہ دیگر علوم بھی سیکھے ہوں۔ علاوہ ازیں جب غیر ملکی تاجر مدینہ میں یا حوالی مدینہ میں پڑاؤ کرتے تو ان کے پاس پہنچ کر صحابہ نے زبانیں سیکھیں (حمید اللہ)۔ مدینہ کے نزدیک نبطی قوم کا میلہ "سوق النبط" لگتا تھا۔ (ابن ہشام، طبری، مسلم)۔ میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں میں غیر عربوں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ صہیبؓ رومی، سلمان فارسی وغیرہ غیر ملکی زبانیں سکھانے میں ان کی خدمات سے بھی ضرور فائدہ اٹھایا گیا ہو گا۔ اور عبداللہ بن سلام تو تورات انجیل اور عبرانی کے زبردست عالم تھے۔

لازمی تعلیم کا اعلان اسلامی آداب، تہذیب اور قرآنی علوم میں جب مسلمانوں کی فکر پختہ ہو گئی اور لکھے پڑھے افراد کی بھی خاصی تعداد فراہم ہو گئی تو اس وقت آخر عہد نبوی میں (COMPULSORY EDUCATION) کا اعلان وحیٔ خداوندی کے ذریعے کیا گیا۔ سورۂ برأت کی جو اہمیت سلسلۂ نزولِ وحی اور تاریخ اسلام میں جو کچھ ہے اس کے بیان کرنے کا یہ موقع محل نہیں، مختصراً یہ کہ اس سورۃ کے ذریعے اسلامی حکومت کے نظام کے مکمل ہونے اور اسلامی احکام و عبادات کے تکمیل پذیر ہونے کا اعلان (۹ ہجری کے) حج کے موقع پر کیا گیا۔ اس سورۃ میں رسول اللہ کی وساطت سے مسلمانوں کو لازمی تعلیم کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (۱۲۲)

وہ ضروری نہ تھا کہ سارے اہلِ ایمان اٹھ کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصّہ میں سے کچھ لوگ نکل کر (مدینہ) آتے اور دین سمجھ کر واپس جاتے اور اپنے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ پرہیز کریں (مودودی۔ تفہیم القرآن ۲)۔

جنگ بدر کے بعد جس تعلیمی پالیسی کا افتتاح کیا گیا تھا غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد سورۃ براءۃ میں

اس پالیسی کی تکمیل کا اعلان کر دیا گیا۔ اس لحاظ سے رسول اللہ دنیا کے پہلے فرمانروا ہیں جنہوں نے ریاست کے ہر باشندے کی لازمی تعلیم و تربیت کی پالیسی کو سٹیٹ پالیسی کے طور پر اپنایا۔ یہ افلاطون کی طرح زبانی جمع خرچ نہیں تھا۔ عملاً تمام (CITIZENS OF THE STATE) کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کر کے دکھا دیا گیا۔ اور یہ فخر و امتیاز بھی اسلامی ریاست کو حاصل ہے کہ جس نے سب سے پہلے ہر شہری کی تعلیم کی ذمہ داری قبول کی۔

یہ اعلان بڑا اہم اور دُور رس نتائج کا حامل تھا۔ مدینہ جو نبی کا شہر، اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ، حرم قدس تہذیب کا گہوارا اور تعلیم کا مرکز تھا۔ وہاں ایک دم شائقینِ علم کا سیلاب اُمڈ پڑا۔ مگر ہمارے رسُول کی دُور اندیشی دیکھیے کہ اتنی بڑی تعداد کی تعلیم کے لیے پہلے ہی بندوبست فرما چکے تھے۔ مسجد نبوی میں کیمپ لگا دیئے گئے (بخاری۔ طبقات۔ ابن ہشام)۔ صُفّوں، چبوتروں اور سقیفوں (اجتماع گاہ، جلسہ گاہ، چوک) کو فوراً مکتبوں میں بدل دیا گیا۔ ابراہیم بن یزید کہتے ہیں کہ میں اپنے والد سے گھر کے صُفّے میں قرآن پڑھا کرتا تھا۔ (مسلم۔ بخاری)۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اتنی بھاری طلباء کی تعداد کو تعلیم سکھانے کے لیے لاتعداد معلّمین تیار کیے جا چکے تھے۔ جو علومِ قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر زبانوں اور دیگر علومِ توریت و انجیل سے بھی کما حقہٗ واقفیت حاصل کر چکے تھے۔ ہماری طرح معاملہ نہ تھا کہ توسیع و اشاعت کا اعلان کر تو دیا جاتا ہے مگر مکتب ہوتے ہیں نہ مدرسے۔ اگر ہوں تو پڑھانے والے نہیں ہوتے۔ پڑھانے والے مل جائیں تو کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں۔ مگر وہاں سب کچھ پہلے سے تیار تھا

<u>نصابِ تعلیم</u> | نصابِ تعلیم حسبِ ذیل تھا:

قرآن و حدیث کی تعلیم اور تجوید القرآن کے علاوہ (۱) نشانہ بازی، پیراکی، گھڑ دوڑ (مسلم۔ بخاری) (۲) طب (۳) تقسیم ترکہ کی تعلیم (۴) ہیئت (۵) علم انساب ـــ (حمید اللہ)

خوش نویسی پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ انسپکٹر تعلیماتِ مدینہ سعید بن العاص خود اچھے خوش نویس تھے۔ گھڑ دوڑ کے باقاعدہ مقابلے ہوتے۔ سکھلائے ہوئے گھوڑے الصفاء سے ثنیہ الوداع تک دوڑائے جاتے۔ یہ پانچ میل کا فاصلہ تھا (بخاری۔ مسلم)۔ اس کے علاوہ اسلحہ سازی کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ عورتیں بھی یہ تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ رسول اللہ نے منجنیق، دبابہ اور دیگر قلعہ شکن آلات کی تعلیم سکھانے کے لیے چند صحابہ کو جرش بھیجا (بخاری)۔ اسی طرح کارخانے لگوانے کے لیے ماہرین کو یمن وغیرہ بھیجا۔ ابوبکر صدیق کا کارخانہ مقام سنح میں (نزد مدینہ) تھا (بخاری، مسلم)۔

آپ نے عورتوں کی تعلیم کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ عورتوں کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر تھے (مسلم بخاری۔ موطا)۔ فارغ التحصیل ہونے پر سند (۲) جاتی تھی۔ رسول اللہ نے قرآن کے چار بڑے معلّمین کو علم سکھانے کی بھی سند عطا فرمائی۔ عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعب، سالم مولیٰ حذیفہ۔ معاذ بن جبل انصاری (حنیفہؒ۔ ابن مسعودؓ اور انکی فقہ)۔ عبداللہ بن مسعودؓ کو قرآن کے علاوہ حدیث لکھانے اور احکامات سے استنباط کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ (حنیفہؒ صفحہ ۱۱)

معلّمین کے بارے ہدایات | اشاعتِ تعلیم کے لیے برہمنیت کا طلسم یہ کہہ کر پاش پاش کر دیا کہ جو شخص پوچھنے پر جاننے کے باوجود صحیح بات نہ بتائے گا روزِ قیامت اس کے مُنہ میں آگ بھری جائے گی (ترمذی)۔ اور رسول اللہ نے اشاعت اور فروغِ تعلیم کے ضمن میں دوسرا حکم یہ صادر فرمایا کہ مفت تعلیم دی جائے اور تعلیم دینے کا معاوضہ وصول نہ کیا جائے۔ عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ مجھے صُفّہ کی درس گاہِ عالیہ میں قرآن اور فنِ تحریر کی تعلیم دینے کے معاوضے میں ایک شاگرد نے ایک کمان نذر کی۔ رسول اللہ نے اسے قبول کرنے سے روک دیا (ابوداؤد)۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ بعد کے لوگوں نے مثلاً علامہ شعبی اور امام بخاری نے معلّم کے لیے اُجرت وصول کرنے کو مکروہ خیال نہیں کیا۔ معلّمین اپنی محنت سے پیٹ پالتے تھے (بخاری)۔ جب اسلامی ریاست کے وسائل آمدن پیدا ہو گئے تو اسلامی ریاست ان معلّمین کی کفالت کرتی۔ عمرؓ نے تو ان کے لیے باقاعدہ بھاری وظیفے مقرر کر دیئے (طبقات۔ طبری)۔ اس کے ساتھ ساتھ معلّمین کو معاشرے میں بہترین مقام عطا کیا گیا۔ خود رسول اللہ نے فرمایا میں بھی معلّم ہوں۔ بیر معونہ کی شہادت سے آپ کو جتنا دکھ پہنچا کسی اور صدمہ حتیٰ کہ اُحد کی ہزیمت سے بھی اتنا دکھ نہیں پہنچا آپ مسلسل ایک ماہ بیس روز قاتلین پر لعنت فرماتے رہے۔ شہداء کے لیے دُعا فرماتے رہے۔ اصحابِ صُفّہ کی مختلف طرح سے قدر افزائی کی گئی۔ معلّم القرآن سالم مولیٰ حذیفہ کے متعلق فرمایا کہ اگر آج سالمؓ زندہ ہوتا تو میں اسے مسلمانوں کا خلیفہ بنا دیتا۔ معاذ بن جبلؓ کو معلّم القرآن ہونے کی وجہ سے یمن جیسے اہم صوبے کا انسپکٹر تعلیمات اور عامل مقرر کیا گیا۔ معلّم اعظم عبداللہ بن مسعودؓ کو حضرت عمرؓ نے کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ اور اس کے ساتھ افسرِ تعلیمات معاذ بن جبلؓ انصاری کو تعینات کیا (ابن ہشام۔ طبقات)۔ حتیٰ کہ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ آئندہ صرف تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے لوگوں کو عہدے دیئے جائیں گے۔

(ابو حنیفہؒ)